# 24

# احمدی نوجوانوں کو نصیحت

(فرمودہ 31 جولائی 1942ء)

تشہد، تعوّذ اور سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

"مَیں بیماری اور کمزوری کی وجہ سے آج زیادہ بول نہیں سکتا۔ صرف اختصاراً جماعت کے دوستوں کو عام طور پر اور نوجوانوں کو خصوصیت کے ساتھ اس امر کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں کہ قرآن کریم میں رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم پر ایمان لانے والوں کے دو نام رکھے گئے ہیں، ایک مومن اور ایک مسلم۔ مسلم نام قرآن کریم سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے ماتحت حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ سے اس امت کا رکھا گیا ہے اور مومن بھی ایک تاریخی نام ہے جو ہر اس جماعت کے ساتھ تعلق رکھتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی لائی ہوئی صداقتوں پر ایمان لاتی ہو۔ اگر ہمارے نوجوان صرف ان ناموں کو ہی اپنے سامنے رکھیں تو ان کی زندگیوں کی کایا پلٹ سکتی ہے۔ مسلم کے معنے ہیں فرمانبردار اور مسلم کے معنے ہیں تکالیف سے نجات دینے والا یعنی جنگ وفساد کو دور کرنے والا۔ جو شخص دنیا میں سلامتی پیدا کرتا ہے اور سلامتی کی باتوں پر عمل کرتا اور سلامتی کا ہی لوگوں کو وعظ کرتا ہے وہ مسلم ہے۔ اسی طرح جو شخص فرمانبرداری اور اطاعت کی روح اپنے اندر پیدا کرتا ہے وہ مسلم ہے۔ پہلا تعلق انسان کا اللہ تعالیٰ کی ذات سے ہوتا ہے۔ پس وہ شخص جو اللہ تعالیٰ کا فرمانبردار بن جاتا ہے وہ مسلم ہوتا ہے کیونکہ وہ خدا تعالیٰ کے احکام کے آگے اپنے آپ کو کلّیۃً ڈال دیتا ہے اور یہی اسلام کی توجیح اور اس کی صحیح تشریح ہے۔ دوسرا تعلق انسان کا اپنی ذات سے ہوتا ہے۔ پس جو شخص اپنی ذات کو فتنوں میں پڑنے سے بچالیتا ہے۔ شرارتوں میں پڑنے سے بچالیتا ہے۔ بددیانتیوں، خیانتوں اور ظلموں

میں پڑنے سے بچالیتا ہے۔ جھوٹ، فریب، دغا، کپٹ، بغض اور کینہ سے اپنے آپ کو بچالیتا ہے وہ بھی مسلم ہے کیونکہ اس نے اپنی جان کو سلامتی عطا کی اور وہ مسلم ہے کیونکہ اس نے اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری اور اطاعت میں یہ کام کیا۔ پھر جو شخص اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے انبیاء کی اطاعت اور فرمانبرداری کرتا ہے وہ مسلم ہے۔ جو شخص ان کی باتوں پر عمل کرتا ہے وہ مسلم ہے جو شخص اپنی قوم کے لوگوں کو فائدہ پہنچاتا ہے وہ مسلم ہے۔ جو شخص اپنے ہمسایوں اور رشتہ داروں کو امن دیتا اور فساد اور خونریزی ان کے لئے پیدا نہیں کرتا وہ مسلم ہے مگر جو شخص اس کے خلاف عمل کرتا ہے وہ غیر مسلم ہے۔ چاہے وہ دن رات اپنے آپ کو مسلم کہتا رہے کیونکہ نام کے ساتھ کوئی چیز بدل نہیں جاتی۔ ہم دیکھتے ہیں بچے بعض دفعہ ایسی حالت میں جبکہ ان کے ہاتھ میں کوئی چیز نہیں ہوتی کھیلتے ہوئے دوسرے بچے کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھ دیتے ہیں اور کہتے ہیں لو مَیں تمہیں آم دیتا ہوں تم کھالو یا پیسہ دیتا ہوں تم لے لو۔ حالانکہ ان کے ہاتھ میں کچھ نہیں ہوتا۔ اب بچوں کا اَیسا فعل ایک مذاق کے طور پر تو کام آسکتا ہے۔ یہ فائدہ تو ہو سکتا ہے کہ ماں باپ یا بھائی وغیرہ ہنس پڑیں یا جس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر ایسا کہا جاتا ہے وہ ہنس پڑے اور سمجھے کہ مجھ سے مذاق کیا گیا ہے لیکن اس سے کوئی حقیقی فائدہ نہیں ہو سکتا۔ خیالی طور پر تم کسی کو دنیا کی بادشاہت بھی بخش دو تو اس کے حالات میں کوئی تغیر نہیں آئے گا لیکن حقیقی طور پر اگر تم کسی کو ایک پیسہ بھی دے دو تو وہ اس سے فائدہ اٹھالے گا۔ پس تم بھی اگر صرف اسلام کے نام سے کام لو تو تم دنیا کو کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتے لیکن اگر تم اسلام کے مفہوم کے مطابق تھوڑا سا بھی عمل کرو تو بہت کچھ فائدہ حاصل کرسکتے اور دوسروں کو بھی فائدہ پہنچا سکتے ہو۔

کوئی شخص سارا دن اپنے آپ کو مسلم مسلم کہتا رہے تو اللہ تعالیٰ کا قرب اسے حاصل نہیں ہو سکتا لیکن اگر وہ خدا تعالیٰ کی خاطر ایک منٹ بھی ذکرِ الٰہی کے لئے بیٹھ جاتا یا خدا تعالیٰ کی صفات پر غور کرتا ہے تو ایسا انسان خدا تعالیٰ کا مقرب ہو جائے گا۔ گو وہ روزانہ صرف ایک منٹ ہی ذکر الٰہی کرے مگر سارا دن اپنے آپ کو مسلم مسلم کہنے سے کچھ نہیں بن سکتا۔ ایک شخص اگر رات دن اپنے آپ کو مسلم مسلم کہتا رہتا اور اپنی مسلمانی کے نعرے لگاتا رہتا ہے تو اس کے ان نعروں اور اپنے آپ کو مسلم قرار دینے سے اسے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا قرب حاصل نہیں

ہو سکتا۔ لیکن اگر وہ محمد ﷺ کی کسی ایک حدیث پر ہی کسی دن عمل کر لیتا ہے تو وہ اتنا ہی محمد ﷺ کے قریب ہو جاتا ہے۔ ایک شخص اپنے ہمسایوں کو دکھ دیتا ہے۔ انہیں تکلیف میں مبتلا رکھتا ہے۔ ان کے حقوق کا کوئی خیال نہیں رکھتا لیکن اپنے آپ کو مسلم مسلم کہتا رہتا ہے تو اس کے اس قول سے لوگ خوش نہیں ہوں گے۔ وہ کتنا ہی کہتا رہے کہ مَیں اپنے ہمسایوں کا خیر خواہ ہوں۔ ان سے محبت رکھتا ہوں ان کی تکلیفوں پر بے چین ہو جاتا ہوں اور ان کے حقوق کی ادائیگی کا خیال رکھتا ہوں۔ لوگ اس کی ان باتوں سے کبھی خوش نہیں ہو سکتے لیکن اگر وہ ایک وقت چاہے اس کے گھر میں دال ہی پکی ہوئی ہو۔ تھوڑی سی دال اپنے ہمسایہ کے گھر تحفہ کے طور پر بھیج دیتا ہے۔ تو سب اس سے خوش ہو جائیں گے اور سمجھیں گے کہ اس نے قول سے نہیں بلکہ عمل سے اپنی محبت اور خلوص کا ثبوت دیا ہے۔ یہی حال ایمان کا ہوتا ہے۔ انسان اپنے ایمان کا دن رات ڈھنڈورا پیٹتا رہے تو اسے اس کا کوئی فائدہ نہیں ہو سکتا لیکن اگر وہ اپنے ایمان کا ڈھنڈورا پیٹنے کی بجائے تھوڑا سا خدا تعالیٰ کی توحید پر یقین لے آتا ہے۔ تھوڑا سا محمد ﷺ کی نبوت پر یقین لے آتا ہے۔ تھوڑا سا قرآن کریم کی صداقت پر یقین لے آتا ہے تو بہت ممکن ہے یہ یقین اور ایمان اسے بہت دور تک لے جائے۔ ممکن ہے وہ تھوڑا سا یقین جو اس کے دل میں خدا تعالیٰ کی وحدانیت پر پیدا ہوا ہے۔ اسے ایک دن بہت بڑا موحّد بنا دے۔ ممکن ہے کہ وہ تھوڑا سا یقین جو اس کے دل میں محمد ﷺ کی نبوت پر پیدا ہوا ہے۔ بیج کی طرح پھیلنا شروع کر دے اور کسی وقت کھیت بن کر اسے محمد ﷺ کے صحابہ کے مرتبہ تک پہنچا دے۔ ممکن ہے کہ وہ تھوڑا سا یقین جو اس کے دل میں قرآن کریم کی صداقت پر پیدا ہوا ہے۔ کسی وقت کھیت بن کر پھیل جائے اور ایک دن ایسا آئے جبکہ وہ قرآن کریم کا عارف بن جائے لیکن اگر اس کے دل میں کوئی ایمان نہیں اور وہ مُنہ سے سارا دن کہتا رہتا ہے کہ مَیں خدا پر ایمان رکھتا ہوں، محمد ﷺ پر ایمان رکھتا ہوں، قرآن کریم پر ایمان رکھتا ہوں تو اس کے نتیجہ میں کوئی کھیتی پیدا نہیں ہو گی کیونکہ کھیتی نفی سے پیدا نہیں ہوتی بلکہ کسی بیج سے پیدا ہوتی ہے۔

پس ہماری جماعت کے نوجوانوں کو چاہیئے کہ وہ اپنے اعمال میں اس امر کو مد نظر رکھا کریں کہ ان کا نام کیا رکھا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کا نام مسلم رکھا ہے پس انہیں سوچنا چاہیئے

کہ کیا واقع میں وہ اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار ہیں اور کیا واقع میں وہ دنیا کے لئے امن کا موجب ہیں؟ ہمیں تو نظر آتا ہے کہ چھوٹی چھوٹی باتوں پر بعض دفعہ نوجوان دوسروں پر خونی حملہ کر دیتے ہیں اور پھر دعویٰ یہ کرتے ہیں کہ وہ مسلمان ہیں دعویٰ یہ کرتے ہیں کہ وہ احمدی ہیں حالانکہ اپنے عمل سے وہ اپنے آپ کو نہ احمدی ثابت کر رہے ہوتے ہیں نہ مسلمان۔ احمدیت تو اسلام کا ہی دوسرا نام ہے۔ کوئی الگ مذہب نہیں۔ موجودہ زمانہ میں چونکہ مسلمان حقیقتِ اسلام سے بیگانہ ہو چکے تھے۔ اس لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی جماعت کا نام احمدیہ جماعت رکھ دیا تا کہ دنیا کو معلوم ہو کہ آج حقیقی اسلام کو ماننے والے دنیا میں احمدیوں کے سوا اَور کوئی نہیں ورنہ اس کا یہ مطلب نہیں کہ احمدیت اسلام کے سوا کوئی اَور چیز ہے۔ جب ہم احمدیت کا لفظ استعمال کرتے ہیں تو ہمارا مطلب صرف یہ ہوتا ہے کہ اسلام کی جو تشریح حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بیان فرمائی ہے۔ اس کو ماننے والے ہم ہیں۔ یہ معنی نہیں ہوتے کہ اسلام کے سوا ہم نَعُوْذُ بِاللّٰهِ کسی اَور مذہب کے پیرو ہیں۔

پس اگر کوئی شخص اپنے عمل میں تبدیلی نہیں کرتا اور وہ اس بات کو ثابت نہیں کر دیتا کہ وہ واقع میں لوگوں کا خیر خواہ ہے اور وہ خود بھی امن سے رہتا اور دوسروں کے امن میں بھی خرابی پیدا نہیں کرتا۔ اس وقت تک وہ احمدی کہلا کس طرح سکتا ہے؟ درحقیقت ایسے ہی لوگ ہوتے ہیں جو جماعت اور قوم کو بدنام کرنے والے ہوتے ہیں ورنہ ایک مومن کو تو لوگوں کا اتنا خیر خواہ ہونا چاہئے کہ اسے ہر قسم کی تکالیف اٹھا کر دوسروں کو فائدہ پہنچانے کی کوشش کرنی چاہئے اور اگر کوئی شخص اپنے نفس پر ہر قسم کی تکالیف برداشت کر کے دوسروں کو فائدہ پہنچائے تو اسے بھی کوئی نقصان نہیں ہو سکتا کیونکہ ہر شخص جو دوسرے کو فائدہ پہنچاتا ہے وہ درحقیقت اپنے لئے بھی فائدے کا ایک راستہ کھولتا ہے اور جب اسے کوئی تکلیف ہوتی ہے۔ دوسرے لوگ اس کو مدد دینے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں گویا جب سارے لوگ اخلاق سے کام لینے والے ہوں تو کسی کو کوئی گھاٹا نہیں رہ سکتا۔

مشہور واقعہ ہے کہ نپولین ایک دفعہ اپنی فوج کے ساتھ کسی دلدل میں سے گزر رہا تھا کہ اس کی فوج کے سپاہی سخت تھک گئے اور انہوں نے شکایت کی کہ اب ہم سے چلا نہیں جاتا

وہ چونکہ دلدل کی جگہ تھی اس لئے اگر وہ اسی جگہ بیٹھ جاتے تو اندر دھنس کر سب کے آلات خراب ہو جاتے۔ اوزار اور ہتھیار خراب ہو جاتے، کپڑے خراب ہو جاتے اور ان کے لئے کام کرنا مشکل ہو جاتا۔ افسروں نے کہا کہ یہاں تو آرام کرنے کی کوئی صورت نہیں، دلدل سے باہر نکل کر آرام کیا جا سکتا ہے مگر سپاہیوں نے کہا کہ ہم چلنے سے بالکل معذور ہیں۔ ہم اس قدر تھک چکے ہیں کہ اب ہم سے ایک قدم بھی اٹھایا نہیں جا سکتا۔ آخر یہ بات نپولین تک پہنچی اس نے کہا یہ کوئی مشکل امر نہیں مَیں تم سب کو آرام دے دیتا ہوں۔ تم کہیں سے صرف ایک کرسی لا دو، وہ ایک کرسی جو غالباً بادشاہ کے لئے رکھی ہوئی تھی، لے آئے اور نپولین اس پر بیٹھ گیا۔ پھر اس نے ایک افسر کو کہا کہ آؤ اور میری گودی میں بیٹھ جاؤ وہ نپولین کی گودی میں بیٹھ گیا تو اس نے حکم دیا کہ اسی طرح یکے بعد دیگرے ایک ایک آدمی دوسرے کی گودی میں بیٹھتا چلا جائے اور ایک حلقہ بنا لیا جائے چنانچہ سب لوگ اسی طرح بیٹھتے چلے گئے۔ جب آخری آدمی نپولین کی پشت کی طرف پہنچا تو نپولین نے اسے کہا کہ میرے نیچے سے کرسی نکال دو اور اپنی ٹانگوں پر مجھے بٹھا لو۔ چنانچہ کرسی نکال کر دوسروں کو دے دی گئی اور پھر جو لوگ باقی رہ گئے تھے وہ اس کرسی کے ذریعہ اسی طرح بیٹھتے چلے گئے اور اس طرح ساری فوج کو آرام مل گیا۔

ہم جب بچے تھے تو ہم نے خود اس کا تجربہ کر کے دیکھا ہے ذرا بھی بوجھ محسوس نہیں ہوتا اور سب کو آرام حاصل ہو جاتا ہے۔ اب بظاہر اس میں ایک آدمی نے دوسروں کو اٹھایا ہوا ہوتا ہے لیکن حقیقت یہ ہوتی ہے کہ ہر شخص دوسرے کو آرام پہنچا رہا ہوتا ہے یہی حال اخلاق کا ہے۔ اگر ایک شخص جوش کے وقت اپنے غصہ کو دبا لیتا ہے تو درحقیقت وہ دوسرے کو اس بات پر آمادہ کرتا ہے کہ جب اس سے کوئی غلطی ہو جائے تو وہ بھی اسی طرح اپنے غصہ کو دبا لے۔ پھر اس دوسرے سے تیسرے کو تحریک ہوتی ہے اور تیسرے سے چوتھے کو تحریک ہوتی ہے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ہر شخص فتنہ سے محفوظ رہتا ہے اور انہیں اس بات کی عادت ہو جاتی ہے کہ وہ اشتعال کے وقت اپنے جذبات کو قابو میں رکھیں۔ بظاہر یہ ایک شخص کی قربانی نظر آتی ہے مگر درحقیقت یہ قربانی نہیں بلکہ نیکی کا ایک بیج ہوتا ہے جس سے دوسرے بھی فائدہ اٹھاتے ہیں اور خود بھی اسے فائدہ ہوتا ہے۔ تو اخلاقی قربانیاں اور مذہب کی تعلیمیں نہایت ہی

مفید چیزیں ہیں اور ان پر عمل کرنا دنیا میں امن کے قیام کے لئے ضروری ہوتا ہے۔ یہ ایک غلط خیال ہے جو بعض لوگوں کے دلوں میں پایا جاتا ہے کہ اگر ہم ان تعلیموں پر عمل کریں تو ہمارا یہ حرج ہو گا ہمارا وہ حرج ہو گا۔ یہ سب آنکھ کا دھوکا ہوتا ہے اگر خدا تعالیٰ کی تعلیم کے مطابق عمل کیا جائے تو اس قسم کی تکلیف جو دوسروں کو آرام پہنچانے کے لئے برداشت کی جائے۔ انسان کے لئے راحت کا موجب بن جاتی ہے اور ایسا شخص جو اپنی زندگی کا مقصد دوسروں کو آرام پہنچانا سمجھتا ہو۔ اسے جب خود کوئی ضرورت پیش آتی ہے تو تمام لوگ اس کی ضرورت کو پورا کرنے کے لئے بے چین ہو جاتے ہیں اور انہیں اس وقت تک اطمینان نہیں آتا۔ جب تک اس کی تکلیف کو دور نہ کر لیں۔ ہم نے دیکھا ہے جن قوموں میں قربانی کی روح ہوتی ہے وہ ایسا ہی کرتی ہے اور اپنے بھائیوں کی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لئے ہر قسم کے ایثار سے کام لینے کے لئے تیار رہتی ہیں۔

ہمارے بعض دوست ایک دفعہ بمبئی گئے اور وہ تبلیغ کے لئے بعض بوہرہ قوم کے تاجروں سے ملے تو دورانِ گفتگو میں ہمارے دوستوں نے ان سے دریافت کیا کہ اس کی وجہ کیا ہے کہ آپ کی قوم کے سب لوگوں کی مالی حالت اچھی ہے اور کسی کی تجارت گری ہوئی نظر نہیں آتی۔ انہوں نے بتایا کہ ہم میں سے جب کسی شخص کی تجارت گر جاتی اور اس کی مالی حالت سخت کمزور ہو جاتی ہے تو ہمارے ہاں دستور یہ ہے کہ وہ ہماری پنچایت میں درخواست دیتا ہے کہ میری تجارت گر گئی ہے اور پنچایت والے کوئی ایک چیز فروخت کرنے کے لئے اسے دے دینے کا فیصلہ کر دیتے ہیں۔ مثلاً دیا سلائی بظاہر ایک چھوٹی سی چیز ہے مگر پنچایت فیصلہ کر دے گی کہ تمام دیا سلائیاں اسے دے دی جائیں چنانچہ ہم میں سے جن جن تاجروں کے پاس دِیا سلائیاں ہوں گی، وہ اسے دے دیں گے اور کہیں گے کہ اتنی قیمت میں ہم نے دیا سلائی فروخت کرنی تھی تم اس سے زیادہ قیمت پر دیا سلائیاں فروخت کر کے اصل قیمت ہمیں دے دینا اور نفع خود رکھ لینا۔ اس فیصلہ کے مطابق تمام قوم اسے دیا سلائیاں دے دیتی ہے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اس کے بعد دکان پر جب گاہک آتا ہے اور کہتا ہے کہ دیا سلائی چاہیئے تو دکاندار جواب دے دیتا ہے کہ دِیا سلائی تو ختم ہو چکی ہے آپ کو اگر ملے گی تو فلاں سیٹھ کی دکان سے

ملے گی پھر وہ دوسری دکان پر جاتا ہے اور کہتا ہے کہ دِیا سلائی چاہئے۔ وہ دکاندار بھی جواب دیتا ہے کہ دِیا سلائی تو ختم ہو چکی ہے۔ ہاں اگر آپ لینا چاہیں تو آپ کو فلاں سیٹھ کی دکان سے ملے گی۔ آخر اسی طرح دس بیس دکانوں پر وہ جاتا ہے اور جب کسی دکان سے بھی اسے دِیا سلائی نہیں ملتی تو اس پر اس بات کا اتنا اثر ہوتا ہے کہ وہ سمجھتا ہے اب مجھے دِیا سلائی جس قیمت پر بھی مل جائے لے لینی چاہئے۔ چنانچہ وہ اسی دکان پر جاتا ہے جس کا سب نے پتہ بتایا ہوتا ہے اور وہی دِیا سلائی جو چار آنے گُرس ہوتی ہے وہ دکاندار چھ آنے گُرس پر دیتا ہے اور خریدار اس قیمت پر بھی دیا سلائی کا میسّر آنا غنیمت سمجھ کر خرید لیتا ہے اور سمجھتا ہے کہ اگر مَیں نے یہاں سے بھی دِیا سلائی نہ لی تو پھر مجھے کہیں سے نہیں ملے گی۔

یہ فائدہ جو بوہروں کو حاصل ہے۔ درحقیقت انہیں اپنے جتھے کی وجہ سے حاصل ہے۔ علاوہ ازیں اس میں اس بات کا بھی ایک حد تک دخل ہوتا ہے کہ بالعموم بڑے شہروں میں باہر سے جو تاجر سودا خریدنے کے لئے آتے ہیں۔ وہ شہر کے خاص خاص حلقوں سے ہی سودا خریدنے کے عادی ہوتے ہیں اور اگر ان حلقوں میں انہیں کسی چیز کے متعلق یہ معلوم ہو جائے کہ وہ کسی اَور دکان سے نہیں بلکہ فلاں دکان سے ہی مل سکتی ہے تو وہ اس اثر کے ماتحت جو اس حلقہ سے انہوں نے قبول کیا ہوا ہوتا ہے۔ اسی دکان پر چلے جاتے ہیں اور وہ دکاندار زیادہ گراں قیمت پر چیز فروخت کر کے نفع خود رکھ لیتا اور اصل قیمت مالکوں کو واپس کر دیتا ہے اور اس طرح تھوڑے دنوں کے اندر اندر پھر ہزاروں لاکھوں روپیہ کا مالک ہو جاتا ہے۔ اسی طرح وہ بعض دفعہ کسی کو مٹی کے تیل کا ٹھیکہ دے دیتے ہیں۔ بعض دفعہ کوئی اَور چیز فروخت کرنے کے لئے دے دیتے ہیں اور باقی تمام قوم کے افراد سختی سے اس بات کی پابندی کرتے ہیں کہ خود اس چیز کو فروخت نہ کریں۔ اب بظاہر یہ ایک قربانی معلوم ہوتی ہے مگر درحقیقت یہ ہر ایک کے فائدہ اور ترقی کا ایک ذریعہ ہے۔ کسی کو کیا پتہ کہ کل اس کی کیا حالت ہو جائے اور اگر آج اس کا لاکھوں روپیہ کا کاروبار ہے۔ تو کل اس کی تجارت گر جائے اور اس کی مالی حالت کمزور ہو جائے۔ ایسی حالت میں یہی قانون اس کی ترقی کا بھی موجب بن سکتا ہے۔ پس گو یہ ایک قربانی

معلوم ہوتی ہے مگر درحقیقت سب کی ترقی کا ذریعہ ہے اور اس کا فائدہ کسی ایک فرد کو نہیں بلکہ تمام قوم کو پہنچتا ہے۔

ہمارے قادیان میں صرف چند احمدی تاجر ہیں لیکن اگر یہاں اس طریق کو جاری کیا جائے تو میرا خیال ہے ان میں سے کئی بُرا منائیں گے اور کہیں گے کہ ہمارا نقصان کر دیا گیا ہے حالانکہ اگر کل ان کی اپنی حالت خراب ہو تو اسی قانون سے وہ خود بھی فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ بہرحال انہوں نے بتایا کہ اس دستور کی وجہ سے ہماری قوم گرتی نہیں بلکہ جب بھی کسی کو تجارت میں خسارہ ہوتا ہے۔ باقی قوم کے افراد کسی ایک چیز کے متعلق فیصلہ کر لیتے ہیں کہ یہ فروخت کر کے نفع نہیں اٹھائیں گے بلکہ اصل قیمت پر اپنے بھائی کے پاس فروخت کر دیں گے تاکہ نفع سے وہ اپنی حالت کو بہتر بنا سکے۔ اس طرح نہ صرف ان کا بھائی ترقی کر جاتا ہے بلکہ ان کو بھی کوئی نقصان نہیں ہوتا کیونکہ اَور بیسیوں چیزیں ان کی دکان پر فروخت کرنے کے لئے موجود ہوتی ہیں۔ تو اخلاق اور اسلامی تعلیم پر عمل شروع میں کڑوا معلوم ہوتا ہے مگر ان چیزوں کا نتیجہ بڑا میٹھا ہوتا ہے۔ پس مَیں اپنی جماعت کے نوجوانوں کو نصیحت کرتا ہوں کہ وہ اپنے اخلاق میں تغیر پیدا کریں اور اپنی جوانی کو اسلام کے رنگ میں رنگین کرنے کی کوشش کریں۔ اگر آج وہ اپنے جذبات پر قابو رکھیں گے، اپنے اخلاق کو درست کریں گے اور اپنی جوانی کے ایام کو اسلامی تعلیم کے ماتحت بسر کرنے کی کوشش کریں گے تو ان کا بڑھاپا نہایت خوبصورت ہو گا اور وہ اپنی عمر کے آخری ایام اللہ تعالیٰ کی عبادت میں پورے اطمینان اور سکون کے ساتھ گزار سکیں گے لیکن اگر آج انہوں نے اپنے جذبات پر قابو نہ رکھا اور اپنی جوانی کے ایام اسلام کے خلاف عمل کرتے ہوئے بسر کر دیئے تو اُن کا بڑھاپا ان کے لئے عبادت کا وقت نہیں ہو گا بلکہ وہ شیطان کی جنگ میں ہی اپنی عمر کے آخری ایام ضائع کر دیں گے۔ انسان جوانی میں کئی قسم کی حرکات کر بیٹھتا ہے جن پر بڑھاپے میں اسے افسوس آتا ہے اور کہتا ہے۔ کاش میں ایسا نہ کرتا مگر اس وقت عادتیں پڑ چکی ہوتی ہیں اور انسان باوجود کوشش اور خواہش کے ان عادتوں کو نہیں چھوڑ سکتا۔ وہ دیکھتا ہے کہ موت قریب آتی جا رہی ہے، عمر گھٹتی جا رہی ہے۔ زندگی کے دن بہت تھوڑے رہ گئے ہیں مگر ادھر اسے نظر آتا ہے کہ فلاں بدی میرے اندر

پائی جاتی ہے، فلاں برائی میرے اندر موجود ہے۔ پس وہ دل ہی دل میں کڑھتا ہے اور بجائے اس کے کہ خدا تعالیٰ کی طرف توجہ کرے۔ شیطان کے ساتھ جنگ کرتے ہوئے ہی اپنی زندگی کے آخری ایام گزار دیتا ہے۔ پس اپنی جوانی کے ایام کو اسلام کے احکام کے ماتحت گزارنے کی کوشش کرو، اپنے جوشوں سے ناجائز فائدہ نہ اٹھاؤ بلکہ اپنے تمام قویٰ اور اپنی تمام طاقتوں کو برمحل استعمال کرکے ان سے صحیح رنگ میں کام لو۔ اگر تم اپنی طاقتوں سے صحیح طور پر فائدہ اٹھاؤ گے تو یاد رکھو جس طرح دریاؤں سے نہریں نکلتی اور بڑے بڑے علاقوں کو سرسبز و شاداب کر دیتی ہیں۔ اسی طرح تم دنیا کو فائدہ پہنچاؤ گے لیکن اگر تم اپنی طاقتوں سے ناجائز فائدہ اٹھاؤ گے تو جس طرح سندھ کے دریا نے طغیانی سے ضلعوں کے ضلعے تباہ کر دیئے ہیں اسی طرح تم دنیا کے امن کو تباہ و برباد کرنے والے ثابت ہو گے۔ انسان کو خدا تعالیٰ نے جو طاقتیں اور قوتیں دی ہیں۔ وہ درحقیقت ایک دریا کی طرح ہیں۔ اگر ان طاقتوں سے صحیح فائدہ اٹھایا جائے تو وہ نہروں کی طرح دنیا کو فائدہ پہنچاتی ہیں لیکن اگر ان کو کھلا چھوڑ دیا جائے تو طغیانی والے دریاؤں کی طرح اردگرد کی تمام چیزوں کو ویران کر دیتی ہیں۔"

(الفضل 6 اگست 1942ء)